symbolises women folk.Since Swara in the Pashtoon tradition is always a woman,i feel that the word can be attributed to the Arabic rather then the Persian language"(۴)

رسم ہذا کی درج بالا لغوی اور آگے بیان ہونے والے اصطلاحی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم کی رائے میں لفظ ونی ممکن ہے کہ پنجابی زبان کے لفظ ''وِناہ'' سے نکلا ہو، جسکے معنی قتل، بھیانک جنگ، تباہی، بربادی، نقصان کے بیان کئے جاتے ہیں (۴)، اس کی ایک وجہ تو خود لفظ ونی کا پنجاب میں معروف ہونا ہے جبکہ دوسری اہم اور بنیادی وجہ رسم ہذا کا نفاذ ہے جو اس وقت ہوتا ہے جب قتل وغارت، تباہی یا کسی نقصان کا عمل ہوا ہو، چونکہ لفظ ''وِناہ'' بھی یہی معنی دیتا ہے تو ممکن ہے کہ لفظ ''وِناہ'' سے لفظ وِنی یا وَنی معروف ہوگیا ہو۔ جبکہ راقم کا یہ بھی خیال ہے کہ لفظ سوارہ بھی عین ممکن ہے کہ پنجابی کے لفظ ''سواہرا'' بمعنی ہموار، برابر، یکساں، سارا، تمام سے بنا ہو (۵)۔ کیونکہ رسم مذکورہ میں سوارہ کی گئی عورت کی بناء پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اب فریقین کے مابین جنگ، تباہی، نقصان اور قتل وغیرہ نہ صرف یہ کہ برابر ہوگئے بلکہ تعاون اور ہم آہنگی کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔ اس بناء پر راقم کی رائے میں لفظ 'ونی' اور 'سوارہ' ایک ہی زبان کی اصطلاحیں بنیں گی بلکہ معانی کے اعتبار سے بھی لازم وملزوم ٹھہریں گی۔

### ونی کا تعارف:

بہادر شاہ ظفر کے مطابق:

''سوارہ سے مراد ایسی عورت جو قتل یا دوسری رقابت میں مفاہمت پیدا کرنے کے لئے مخالف کو دی جائے''(۶)

کیپٹن رپورٹ کے مطابق:

"Swara means a female rider,but in traditional terminology it refers to a girl given over to the aggrieved family as compensation for blood"(۷)

زوفین ابراہیم رسم ہذا کے تعارف میں رقمطراز ہیں:

"In a throwback to medieval time "Swara" blood price is still practiced in Pakistan. Women and girls, even babes in their cradles, are given away in marriages as compensation for crimes committed by their men folk" (۸)

لہذا رسم ہذا اس وقت ادا کی جاتی ہے جب دو قبائل یا خاندانوں کے درمیان قتل، اغوا، یا پھر ناجائز تعلقات کی صورت میں دشمنی چل پڑے، اور دونوں اطراف سے خون خرابہ شروع ہو جائے، اس خون خرابے کو روکنے کے لیے مشیران کا جرگہ، خون

کے بدلے خون یا روپیہ پیسہ یا "سوارہ" دینے کا فیصلہ کرتا ہے۔ سوارہ دینا یعنی متاثرہ افراد کو زیادتی کرنے والے کی بہن، بیٹی، بھانجی، بھتیجی یا پھر خاندان کی کوئی بھی لڑکی دے دی جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا خون بہا ہے جو لڑکی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے، یہ لڑکی یہاں تک کہ شیر خوار بھی ہوسکتی ہے، اور "سوارہ" وصول کرنے والا 70، 75 سالہ بزرگ بھی ہوسکتا ہے یا پھر لڑکی 28، 30 سالہ اور وصول کرنے والا دو سالہ بچہ بھی ہوسکتا ہے(۹)۔

روائتی طور پر سوارہ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی تقریب نہیں کی جاتی اگر سوارہ کا فیصلہ جرگے نے کیا ہو تو لڑکی کو بعض اوقات بہت معمولی حقوق مِل جاتے ہیں۔ لیکن جہاں لڑکی کے گھر والوں نے جھگڑا ختم کرنے کے لیے منّتیں کی ہوں وہاں نکاح نہیں ہوتا اور لڑکی کو کھیتوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے، تا کہ دشمن خاندان کے مرد اسے لے جائیں، ایسی سوارہ عورت کی حیثیت غلام لونڈی یا داشتہ کے برابر ہوتی ہے(۱۰)۔

ونی/سوارہ سے متعلق چند خبریں:

۱۔ صوبہ سرحد کے جنوبی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ملنے والی اطلاعات کے مطابق مقامی پنچایت نے ونی کے طور پر ایک تین سالہ بچی کا نکاح 45 سالہ شخص کے ساتھ پڑھوا دیا ہے۔ اس واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ سیف الرحمٰن نامی شخص کی سربراہی میں قائم پنچایت نے یہ فیصلہ تین روز قبل کیا جس کے مطابق 3 سالہ بچی سمیرا بی بی کا نکاح 45 سالہ محبوب کے ساتھ کرا دیا گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دور افتادہ گاؤں گنڈی عمر خان میں مقامی لوگوں نے ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ فاروق نامی شخص نے گاؤں کی ایک لڑکی نورین سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تاہم پہلے سے شادی شدہ ہونے سے لڑکی کے والدین نے رشتہ دینے سے انکار کیا۔ جس کے بعد فاروق اور مذکورہ لڑکی کسی نامعلوم مقام پر منتقل ہو گئے۔ اس پر لڑکی کے ورثا نے معاملہ مقامی پنچایت کے سپرد کر دیا۔ پنچایت نے 3 دن قبل فیصلہ سناتے ہوئے لڑکے کی تین سالہ بھانجی سمیرا بی بی کا نکاح ونی کے طور پر لڑکی کے 45 سالہ ماموں محبوب کے ساتھ کرا دیا۔ پنچایت کے سربراہ سیف الرحمٰن نے پہلے تو معاملے کو جھوٹا قرار دیا۔ لیکن پھر انہوں نے 3 سالہ سمیرا بی بی کی ونی کیے جانے کی اس خبر کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ فریقین کے درمیان تصادم کا خطرہ تھا۔ جس میں کئی جانیں ضائع ہو جاتیں۔ لہٰذا ''انسانی ہمدردی'' کے نام پر انہوں نے فاروق کو 5 سال کیلئے علاقہ بدر کر دیا(۱۱)۔

۲۔ میانوالی کے نواحی وانڈھا چاہ ہاتھی خیلانوالہ کے عبدالرحمٰن نے قتل کی صلح میں اپنی بیٹی اور بھتیجی کو ونی کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق میانوالی کے نواحی وانڈھا چاہ خیلانوالہ کے عبدالرحمٰن وغیرہ نے دس سال قبل دیرینہ دشمنی کی بنا پر محمد خان کو قتل کر دیا جس پر ضیاء اللہ خان، محمد خان اور معززین علاقہ پر مشتمل پنچائت نے فیصلہ کیا کہ صلح میں 5 لاکھ بطور قصاص یا دو کمسن بچیاں جن کی عمریں پانچ پانچ سال کے قریب تھیں ونی کرنے کی شرط رکھی گئی۔ ونی ہونے والی بچی کرن دختر عبدالرؤف اور شازیہ دختر عبدالرحمٰن کا نکاح کر دیا گیا۔ بعدازاں دونوں لڑکیوں نے ونی ہونے سے انکار کر دیا(۱۲)۔

۳۔ مہمند ایجنسی میں دشمنی ختم کرنے کے لئے لڑکی کو ونی کر دیا گیا۔ جس سے فریقین کے درمیان دیرینہ دشمنی دوستی میں بدل گئی جرگے کے سامنے دونوں فریق بغل گیر ہو گئے اب تک دونوں جانب سے 3 افراد دشمنی کی بھینٹ چڑھ چکے تھے تفصیلات کے مطابق تحصیل پنڈیالی کے ملک سید محمد جان اور ملک دُختر ستان کے درمیان عرصے سے دشمنی چلی آرہی تھی جس میں اب تک ایک بچہ سمیت 3 افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ اتوار کے روز حلیم زئی قبیلہ کے سرکردہ عمائدین ملک اورنگزیب، ملک دلاور، ملک ذرگر وغیرہ پر مشتمل جرگہ نے فریقین کے درمیان قبائلی راویات کے مطابق فیصلہ کر دیا جس کے مطابق سید محمد جان اپنی بیٹی ملک دختر ستان کے بیٹے کو دیں گے اور ساتھ ہی 6 لاکھ بھی ادا کریں گے۔ جس سے ملک دختر ستان کے اب تک دشمنی میں ہونے والے مالی نقصان کا ازالہ ہو گا۔ فریقین جرگہ کے سامنے بغل گیر ہو گئے اور آئندہ بھائیوں کی طرح رہنے کا عزم کیا (۱۳)۔

۴۔ شکار پور (سندھ) کے کچے کے علاقے میں جتوئی قبیلے کے دو گروہوں میں چھ سال سے جاری تصادم کے خاتمے کے لئے یو، سی ناظم میر نیاز حسین جتوئی کی سربراہی میں جرگہ ہوا، جس میں قتل کا الزام سامنے آنے پر جرمانے کے طور پر چھ بچیوں کا نکاح اسی وقت دگنی عمر کے افراد کے ساتھ پڑھا دیا گیا اور ایک تیرہ سالہ لڑکی کو پچپن سالہ شخص کے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دیدیا گیا۔ ڈی پی او کی ہدائت پر تمام افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا (۱۴)۔

## ونی کی مختلف صورتیں:

مختلف قسم کے جھگڑوں میں لڑکیوں کو ونی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ جن کا جائزہ ذیل میں لیا جا رہا ہے۔

### ا۔ قتل کے بدلے ونی کر دینا:

اسکی صورت یہ ہے کہ ایک خاندان یا قبیلہ کے فرد سے جب کسی دوسرے خاندان یا قبیلہ کا فرد قتل ہو جائے تو صلح کی صورت میں متاثرہ خاندان کو خون بہا ادا کیا جاتا ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ متاثرہ خاندان خون بہا کے بدلے میں لڑکی طلب کرتا ہے۔ اور اسطرح "چٹی" کے طور پر لڑکی فریق مخالف کو ونی کر دی جاتی ہے۔

### ۲۔ بدکاری کے بدلے ونی کرنا:

ونی کی دوسری صورت بدکاری سے متعلق جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے لڑکی کو ونی کرنا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک خاندان کے کسی فرد سے بدکاری کا جُرم سرزد ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں عزت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور نوبت قتل وفساد تک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں دونوں قبائل کے درمیان دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے جرگہ بلایا جاتا ہے۔ جس میں اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ زیادتی میں ملوث خاندان فریق مخالف کو اپنی لڑکی (چاہے وہ بیٹی، بہن، یا بھانجی یا بھتیجی ہو) ونی کر دیجاتی ہے۔ تا کہ مزید خون خرابہ سے بچا جا سکے۔

۳۔مالی نقصان کے بدلے ونی کرنا:

لڑکیاں ونی کرنے کی تیسری صورت مالی نقصان کے بدلے ونی کرنا ہے۔اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک قبیلے کے فریق کسی دوسرے قبیلے کے فریق کو چوری، ڈکیتی یا کسی بھی قسم کا مالی نقصان پہنچائیں تو اس صورت میں متاثرہ فریقین کے اندر غیض و غضب اور اشتعال کی جو صورت جنم لیتی ہے۔اسکو روکنے اور صلح کی صورت نکالنے کے لیے جرگہ یا پنچائت میں اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یا تو اس نقصان کا ازالہ مالی تاوان کی صورت میں جرمانے کے ساتھ کیا جائے لیکن اگر زیادتی میں ملوث خاندان کے پاس اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے زمین، جائیداد یا پیسہ نہ ہو تو وہ اپنی لڑکی متاثرہ خاندان کی خواہش پر اُن کو ونی کر دیتے ہیں۔

محمد علی بابا خیل نے اپنی کتاب میں تین قسم کے سوارہ کا تذکرہ کیا ہے.۱۔یک طرفہ سوارہ،۲۔دوطرفہ سوارہ،۳۔تین طرفہ سوارہ۔ان کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان تینوں اقسام میں اول الزکر قسم سب سے زیادہ رائج ہے، جس میں ملزم پارٹی متاثرہ پارٹی کو بطور صلح ایک عورت پیش کرتی ہے، جس کے بدلے میں متاثرہ پارٹی جرگے کے روبرو مستقبل میں کسی بھی قسم کی قتل و غارت کے نہ کرنے کا اقرار کرتی ہے۔مستقبل میں اگر متاثرہ پارٹی اس اقرار کی پاسداری نہیں کرتی تو نہ صرف جرگہ کی طرف سے اسے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کا وقار اور عزت تک ختم ہو جاتی ہے اور مستقبل میں اس پارٹی کی جرگوں میں کوئی شنوائی نہیں ہو پاتی۔دوسری قسم میں فریقین کی طرف سے عورتوں کا تبادلہ ہوتا ہے، البتہ ملزم پارٹی متاثرہ پارٹی کو کچھ زمین یا نقدی بھی دیتی ہے، سوارہ کی تیسری قسم دراصل دوسری قسم ہی کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ملزم پارٹی دو عورتوں کو بطور سوارہ پیش کرتی ہے(۱۵)۔

رسم ونی اور اسلامی طریقہ سزا:

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے اور لڑائی جھگڑے، فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے منع کرتا ہے۔اس کے نزدیک کفر کے بعد مومن کے قتل سے بڑا کوئی گناہ نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ لَعَنَہٗ وَ اَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا﴾(۱۶)

’’اور جو عملاً کسی مومن کو قتل کر دیتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ کا اس پر غضب ہے اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے‘‘

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس بارے میں انتہائی سخت وعیدیں آئی ہیں۔آپ ؐ کا ارشاد ہے:

’’أول ما يقضىٰ بين الناس، يوم القيامة، فى الدماء‘‘(۱۷)

’’قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خون کے مقدمات کے فیصلے ہوں گے‘‘

اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے:

"نزوال الدنیا أھون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق(۱۸)

"اللہ کی نظر میں کسی مومن کو ناحق قتل کرنے سے پوری دنیا کا تباہ ہو جانا بھی کم اہمیت رکھتا ہے"

"عقبتہ ان عا مر الجھنی قال قال رسو لاللہ ﷺ من لقی اللہ لا یشر ک بہ شینئا ولم یتنزّ بدم حر ام دخل ا لجنتہ"(۱۹)

"عقبہ بن عامر نے فرمایا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو خدا سے اِس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ ذرا برابر شریک نہ ہو اور خون ناحق سے پاک ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا"

لیکن اگر کبھی دانستہ یا غیر دانستہ قتل ہو بھی جائے تو اس کے لیے اسلام نے قصاص و دیت کے مفصل احکامات بیان کئے ہیں جنکی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے۔

**قصاص کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:**

قصاص کا لفظ "قص" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی دوسرے کا نقش قدم تلاش کرنے اور اس پر چلنے کے ہیں۔ عربی زبان میں قص کے معنی کاٹنے کے بھی آتے ہیں، اس لئے بال کاٹنے کو "قص الشعر" کہتے ہیں (۲۰)۔

اسی معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں بھی بار بار استعمال ہوا ہے۔☆قتل کے بدلے قتل میں بھی یہی ہوتا ہے کہ بدلہ لینے والا قاتل کی راہ پر چلتا ہے، اس لئے اس کو قصاص کہتے ہیں (۲۱)۔

ابو حبیب سعدی قصاص کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"ان یوقَعَ عَلی الجَانی مِثلُ ما جَنَی"(۲۲)

اصطلاحی طور پر کسی شخص کو جسمانی ایذا یا قتل کر دینے کی وجہ سے مجرم کو وہی سزا دینے کا نام قصاص ہے۔

**قصاص کی صورت:**

قصاص کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول کا وارث قصاص کا مطالبہ کرے تو قاتل پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور حکم شرع کے مطابق قصاص دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور ولی پر فرض ہے۔ کہ وہ انتقامی جذبے کو محض قاتل تک محدود رکھے (۲۳)۔

**دیت:**

لسان العرب میں دیت کے لغوی معنی درج ذیل بیان کئے گئے ہیں۔

"حق القتیل، وقد ودیتُہ ودیا"(۲۴)

اصطلاحی معنی ومفہوم:

ابوحبیب سعدی دیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۔"فی الشرع: اسم للمال الذی هو بدل النفس"

"هی المال الواجب بالجنایه علی الحر فی نفس او فیما دونها مما له ارش مُقدَّة"(۲۵)

"دیت وہ معاوضہ ہے جو مجرم یا اس کے عاقلہ یا کسی ایسے شخص کی جانب سے معاوضے کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہو، مقتول کے ورثا کو ادا کیا جائے"

چنانچہ اسلام میں قتل کے بدلے قصاص و دیت کے احکام موجود ہیں، قرآن پاک میں قصاص و دیت کا ذکر اس طرح ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾(۲۶)

"مومنو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے۔(اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کیساتھ ادا کرنا چاہیے۔ یہ پروردگار کی طرف سے تمھارے لیے آسانی اور مہربانی ہے، جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لیے دُکھ کا عذاب ہے"

ارشاد بانی ہے:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(۲۷)

"اور ہم نے ان لوگوں کے لیے (تورات میں) یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اِسطرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اِس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے اِحکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ بے انصاف ہیں"

﴿وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾(۲۸)

''اور جو بھول کر بھی ایک مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور دوسرے مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے دے، ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو ان کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثانِ مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ کفارہ خدا کی طرف سے (قبول) توبہ کیلئے ہے اور خدا سب کچھ جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں قصاص و دیت کے بارے میں ارشادات و احکامات نبویؐ ملتے ہیں۔

''عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قتل له قتيل و هو بخير النظرين اما ان يقتل و اما ان يفدى''(۲۹)

''ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قتل کیا جائے وہ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر سکتا ہے یا تو قاتل کو قتل کیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے''

''عن ابی شريح الخذاعی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اصيب بدم او خيل والخبل الجراح فهو بالخيار بين احدى ثلاث فان ارادالرابعةفخذواعلي يد يه ان يقتل او يعغو ا ويا خزالدية فمن فعل شيئا من ذا لک فعاد فانّ له نار جهنم خا لدا مخلدا فيها ابدا''(۳۰)

"ابوشریح الخزاعی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی شخص قتل ہو جائے یا جسے کوئی زخم پہنچے تو وہ تین امور میں سے ایک بات اختیار کر سکتا ہے اگر کوئی چوتھی بات اختیار کرنا چاہے۔ تو انھیں منع کر دو یا تو قاتل کو قتل کیا جائے، یا معاف کیا جائے، یا دیت لی جائے اور اِس سے بڑھ گیا تو اس کے لیے جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا''

کے سبب ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱۔حد کی تعریف وتوضیح:

''حد'' اس شے کو کہتے ہیں جو دو شے کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے۔تاج العروس میں حد کے لغوی معنی ہیں ''الحاجز بین الشیئین'' (۳۴)۔

الشوکانی نے حد کی یہ تعریف نقل کی ہے: ''و فی الشرع عقوبۃ مقدرۃ لا جل حق اللہ'' (۳۵)

حد کی ایک اور تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

''الحد فی الغۃ ھو المنع منہ الحد اد للبواب و فی الشریعۃ العقوبۃ المقدرۃ حقا للہ تعالیٰ حتیٰ لایُسمی القصاص حدا لمانہ حق العبد و لا التعز یر لعدم التقدی'' (۳۶)

''لغت میں حد کے معنی منع کے ہیں، اسی لیے دربان کو حداد کہتے ہیں، اور شریعت میں حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کا حق ہو یہی وجہ ہے کہ قصاص کو حد نہیں کہا جاتا، کیونکہ وہ بندے کا حق ہے۔اور تعزیز کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ وہ مقررہ سزا نہیں ہے''

حدود کی اقسام:

حدود میں سزا پہلے سے من جانب شارع مقررہ ہوتی ہے اور وہ بطور حق خداوندی واجب ہے، کیونکہ جن جرائم میں شارع کی طرف سے سزائیں مقرر کردی گئی ہیں، معاشرتی نقطۂ نظر سے وہ حد درجہ قابلِ توجہ اور اہم ہوتی ہے جن جرائم پر حد واجب ہے وہ یہ ہیں چوری، ڈاکہ، زنا، قذف، شراب خوری، ارتداد اور بغاوت (۳۷)۔

زنا/بدکاری:

زنا بھی حدود میں شامل ہے اور جب بھی کوئی زنا کا مرتکب ٹھہرے گا اُس پر حد واجب ہوگی۔قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

﴿اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِا ئَۃَ جَلْدَۃٍ﴾ (۳۸)

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو''

اس سے پہلے سورۃ نساء میں ارشاد ہوا تھا:

﴿وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا. وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْھُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ (۳۹)

''تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر

"عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال البغض الناس الی اللہ ثلثہ ملحد فی الحرام و مبتغ فی الا سلام سنۃ الجاھلیۃ و مطلب رمر امرئی بغیر حق لیھر یق دمہ" (۳۱)

"حضرت ابن عباس سے روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے زیادہ ان تین آدمیوں کا دشمن ہے۔ایک تو اسکا جو حرم میں بے اعتدالی کرے (مثلاً خون خرابہ شکار وغیرہ) دوسرا وہ جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔تیسرا وہ جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگے"

چنانچہ مذکورہ دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ اگر فریقین میں قتل ہو جائے تو اُن کے درمیان قصاص و دیت کے قانون کے تحت فیصلہ ہو گا اور اس قانون کے تحت بھی یہ بات واضح ہے کہ فریقین یا تو قتل کا بدلہ قتل سے لیں یا پھر صلح کر لیں اور صلح کی صورت میں عدل کی پاسداری اور زیادتی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، المرادی ابن تیمیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انسان کے خون کا بدلہ لینا عدل ہے اور معاف کر دینا احسان ہے، اور اس میں احسان افضل ہے (۳۲)۔اسی طرح صلح کا ذریعہ مال کو بنایا گیا ہے اور عورت کسی کا نہ ہی مال ہے اور نہ ہی ملکیت اسی لیے عورت کو بطور صلح ذریعہ بنانا نہ صرف غلط بلکہ حرام ہے، اور اوپر ذکر کی گئی حدیث مبارکہ کہ جس میں قتل کی صورت میں تین باتیں یعنی قتل کرنا، معاف کر دینا یا پھر صلح کرنا کے علاوہ کسی بھی قسم کا مطالبہ کرنے والے کی گرفت کرنے کو کہا گیا ہے چنانچہ اگر کوئی فرد واحد یا جماعت صلح کی خاطر فدیہ کے متعین مال کے علاوہ یا اُس کے متبادل کسی عورت کا مطالبہ کرے تو اس کی گرفت کرنی چاہیے۔قرآن مجید کی ایک آیت سے لطیف سا اشارہ بھی راقم کو بطور تائید کے ملتا ہے۔

﴿وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا﴾ (۳۳)

"اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے، ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے، تو اُسے چاہیے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے"

درج بالا آیت مبارکہ مقتول کے وارث سے یہ تقاضا کر رہی ہے کہ وہ اگر قصاص بھی لے یعنی انتہائی ردعمل کا اظہار بھی کرے تو اس میں بھی زیادتی کا مظاہرہ نہ کرے، تو یہ کیسے ممکن ہو گا کہ وہ قصاص جیسے سخت عمل کی انجام دہی پر تو قابو پالے یعنی صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے لیکن صلح میں وہ زیادتی کرے، کہ جس چیز کے وہ مطالبہ کا حق ہی نہیں رکھتا بلکہ جس چیز کا مطالبہ آتا ہی "زیادتی" کے زمرے میں ہے وہ اُسی کا مطالبہ کرے۔

مذکورہ بالا بحث تو قتل کے بدلے ونی کرنے کی صورت میں تھی۔اگر بدکاری یا زناکاری کا معاملہ پیش آجائے تو اس میں حد اور تعزیر کے قوانین لاگو ہوتے ہیں، جہاں تک مالی نقصان کے بدلے عورت کو ونی کرنے کا تعلق ہے تو یہ بھی سراسر غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہے، اسلام نے چوری، ڈکیتی یا کسی بھی قسم کے مالی نقصان کے ازالہ کے لیے مفصل احکام دیے ہیں، موضوع کی اہمیت

چار آدمی گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں، ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''

مندرجہ بالا دونوں آیات مبارکہ کی تطبیق حضرت عبداللہ ابن عباس کے اس قول سے ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ابتدا میں عورت زنا کرتی تھی تو وہ گھروں میں قید کردی جاتی تھی' اب اگر مرگئی تو مرگئی اور اگر زندہ رہی تو زندہ رہی، یہاں تک کہ سورہ نور کی یہ آیت آگئی (الزانیۃ والزانی) تو اس طرح اللہ نے ان کے لیے ایک راہ پیدا کردی، اب اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا تو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا جاتا۔ ۴۰ زنا کی تعریف امام کاسانی اس طرح کرتے ہیں۔

''ایسی زندہ عورت کے ساتھ رحم کی جانب سے مجامعت کرنا جو ملک و نکاح میں نہ ہو اور نہ اس کے ملک و نکاح میں ہونے کا شبہ ہو اور عورت زانیہ اُس وقت شمار ہوگی جب کہ وہ اس حالت میں مرد کو اپنے ساتھ اس فعل کا ارتکاب کرنے دے'' (۴۱)

زنا کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

''والزناھو وطا الرجل للمرأۃ فی فرجھا من غیر نکاح ولا شبھۃ نکاح'' (۴۲)

''زنا یہ ہے کہ آدمی کا کسی عورت کے ساتھ بغیر نکاح و احتمال نکاح کے جماع کرنا''

(4) حد زنا کے متفرق مسائل:

زنا گواہوں کی گواہی یا اقرار سے ثابت ہوتا ہے لیکن یہ ثبوت امام کے پاس ہوگا کیونکہ امام کے علاوہ دوسرے کے پاس گواہوں سے اور اقرار سے کسی طرح زنا ثابت نہ ہوگا الہدایہ میں ہے۔

''والزِنا یثبت بالبینۃ او الاقرار و المراد ثبوتۃ عند الامام'' (۴۳)

''اور زنا گواہی یا اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا ثبوت امام کے پاس ہوگا''

مولانا تقی امینی نے ثبوت زنا کے چار طریقے بیان کئے ہیں۔ ۱۔ اقرار ۲۔ گواہ ۳۔ حمل ۴۔ چھ ماہ سے کم میں ولادت (۴۴)۔

زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی گواہی درکار ہے، چاہے مرد کے حق میں ہو یا عورت کے حق میں ہو، اسی طرح زنا کے لیے دخول شرط ہے اگر سرذکر کو عورت کی شرم گاہ میں داخل نہیں کیا تو حد واجب نہ ہوگی کیونکہ وہ زنا نہیں بلکہ وہ لمس و مساس ہے۔ اس لیے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ بوس و کنار زنا نہیں ہے۔

جرم زنا کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

1۔زانی محصن 2۔زانی غیر محصن

1۔زانی محصن:

محصن وہ شخص ہے جو بحالتِ نکاح اپنی بیوی سے مباشرت کر چکا ہو(۴۴)۔

جمہور کے نزدیک زانی محصن کی سزا پتھروں سے مار کر قتل کر دینا ہے، یا وہ سزا جو اس کے قائم مقام ہو(۴۵)۔

2۔زانی غیر محصن:

غیر محصن وہ شخص ہوتا ہے۔جو بحالت نکاح اپنی بیوی سے مباشرت نہ کر چکا ہو اس کے بارے میں اتفاق ہے کہ ایسے زانی کو سو کوڑے مارے جانے کی سزا دی جائے گی(۴۶)۔

حد زنا میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں یعنی اگر دونوں محصن ہیں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر دونوں غیر محصن ہیں تو دونوں کو کوڑے لگائے جائیں گے۔اور اگر ان میں ایک محصن ہے تو اُسے سنگسار کیا جائے گا، اور دوسرے کو کوڑے لگائے جائیں گے(۴۷)۔

تعزیر اور اس کے مسائل:

فقہا کے نزدیک تعزیر کی تعریف درج ذیل ہے۔

''یہ ایک غیر مقررہ سزا ہے جو بطور حق باری تعالیٰ یا بطور حق انسان اُن جرائم پر واجب ہوتی ہے جس کے بارے میں حدود اور کفارات متعین نہ ہوں، تادیب، اصلاح اور جرائم سے باز رکھنے کے لحاظ سے یہ حدود کے مماثل ہے''(۴۸)

محمد اعلیٰ تھانوی حد اور تعزیر میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**''التعزير كا لتصريف من العزر با الزاء المعجمة بمعنى الردع و شرعاً هو تاديب دون الحد كما فى الكافى والفرق بينه و بين الحد على ما فى فتاوى الا حتساب ان الحد مقدر و التعزير مفوض الى را ى الامام وان الحد يد ا با لشبهات والتعزير يجب مع الشبهات وا ن الحد لا يجب على الصبى والتعزير يشرع عليه''(۴۹)**

''تعزیر عزر سے ہے جس کے معنی روکنا، دھمکی دینا ہیں شرعی طور پر وہ ادب دنیا ہے اور حد اور تعزیر کے درمیان فرق یہ کہ جیسا کہ فتاوی احتساب میں ہے کہ بے شک حد مقرر شدہ ہوتی ہے جبکہ تعزیر امام کی رائے پر منحصر ہوتی ہے اور حد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہات ہی کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حد بچے پر نہیں لگتی جبکہ تعزیر اُس پر جاری ہوتی ہے''

تعزیر کی دوقسمیں بیان کی جاتی ہیں، ایک وہ تعزیر جو اللہ کے حق کے طور پر ہو، دوسری وہ جو انسان کے حق کے طور پر ہو، مثلاً نماز نہ پڑھنے والے، شراب پینے والے، عذر شرعی کے بغیر رمضان کا روزہ نہ رکھنے والے اور شراب نوشی کی مجلس میں شریک ہو نے والے کو جو تعزیری سزا دی جاتی ہے اس میں واضح طور پر خالص اللہ کا حق کارفرما ہوتا ہے۔ کیونکہ ان جرائم سے کسی خاص فرد کا کو ئی خاص نقصان نہیں ہوتا اس طرح اگر ایک نابالغ لڑکا کسی کو گالی دیتا ہے تو اُسے جو تعزیری سزا دی جائے گی وہ خالص اُس فرد کا حق ہو گا جسے گالی دی گئی ہے۔ کیونکہ نابالغ حقوق اللہ کا مکلف نہیں ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعزیر میں اللہ کا حق اور فرد کا حق دونوں مخلوط ہوتے ہیں مثلاً دوسرے کی بیوی سے بوس وکنار اور اس سے تخلیہ میں ملنے پر (جبکہ زنا کا کوئی ثبوت نہ ہو۔) جو تعزیری سزا نافذ ہوئی ہے اس میں حقوق فرد بھی موجود ہے اور اللہ کا حق بھی ہے۔

فقہ جعفریہ کے مطابق اگر کوئی شخص کسی عورت کا بوسہ لے یا اس کے ساتھ لیٹ جائے یا اس سے معانقہ کرے یا اس قسم کی کوئی اور لذت حاصل کرے جو شرم گاہ کے علاوہ ہو تو اس پر تعزیر ہو گی اور حد جاری نہیں کی جائے گی اور تعزیر کا حکم، حاکم شرع جو مناسب سمجھے گا کرے گا (۵۰)۔

درج بالا بحث کے بعد اب سرقہ کی بابت وضاحت درج کی جارہی ہے۔

۲۔ سرقہ:

کسی کا محفوظ مال مخفی طریقہ سے ہتھیا لینا، مثلاً دکان یا مکان میں داخل ہو کر کپڑے، یا اجناس، یا سونا اور چاندی وغیرہ لے جانا سرقہ کہلاتا ہے۔

لغوی واصطلاحی مفہوم:

''السَّرِقَةُ أخذُ ما ليس له أخذه فى خفاءٍ وصار ذالک فى الشرع لتناوُلِ الشيءِ من موضوعٍ مخصوصٍ وقدرٍ مخصوص'' (۵۱)

''سرقہ کے معنی خفیہ طور پر اس چیز کے لے لینے کے ہیں جس کے لینے کا حق نہ ہو اور اصطلاح شریعت میں کسی چیز کو محفوظ جگہ سے مخصوص مقدار میں لے لینے کے ہیں''

چوری کا حکم:

یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (۵۲)

''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے ان کے کام کی سزا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے چور پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا:

''لعن الله السارق ان یسرق البیضة قطعت یدہ''(۵۳)

''اللہ چور پر لعنت کرے، کہ وہ انڈا چراتا ہے اور اسکا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے''

آپؐ نے چوری کرتے وقت چور کے ایمان کی نفی کی ہے فرمایا:

''لا یَسْرِقُ السارِقُ حین یسرقُ وھو مومن''(۵۴)

''چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

''والذی نفسی بیدہٖ لو فاطمة بنت محمد فعلت ذالک لقطعت یدھا''(۵۵)

مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ تو سرقہ کی بابت تعارف تھا، اب ذیل میں محاربت کا بیان ہے۔

**۳۔اہل محاربت کی تعریف:**

مسلمانوں میں سے ایک ٹولی طاقت اور قوت حاصل کر کے عام لوگوں کے خلاف ہتھیار اُٹھائیں، ان کے راستے محدود کر دیں، لوگوں کو قتل کریں اور ان کے اموال لوٹ لیں تو وہ محاربین ہیں (۵۶)۔

**محارب لوگوں کے احکام:**

محاربین کے لیے احکام خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾(۵۷)

''ان لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محاربت کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں، یا سولی پر لٹکائے جائیں، یا مختلف اطراف سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا ان کو علاقہ بدر کر دیا جائے''

درج بالا بحث اس بات کی عکاس ہے کہ کسی فتنہ وفساد یعنی چوری، ڈکیتی یا کسی بھی قسم کے مالی نقصان کی صورت میں مجرم کے یا تو ہاتھ، یا تو پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا علاقے سے نکال دیا جائے یا پھر پھانسی اور قتل کے ذریعے اُن کا انجام سامنے لایا جائے، اس کے علاوہ کوئی اور صورت یا طریقہ وذریعہ نہیں ہے کہ جس سے نقصان کا ازالہ کرنے کا حکم موجود ہو۔ بلکہ زانی، سارق اور محارب کا کیس اگر حاکم وقت یا عدالت کے روبرو پیش ہو جائے تب تو صلح اور معافی کی گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

”من حالت شفاعته دون حدٍ من حدود الله فقد ضاد الله أمره“ (۵۸)

جس کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے آگے مائل ہوگئی تو اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان گندے کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا، اُسے اللہ کے ڈالے ہوئے پردے میں چھپے رہنا چاہیے، جس نے ہمارے روبرو اپنا راز فاش کیا، تو اس پر ہم کتاب اللہ کا قانون نافذ کرکے چھوڑیں گے (۵۹)۔

چنانچہ اس طرح کے معاملات باہمی طور پر طے ہو جائیں اور صلح وغیرہ ہو جائے تو بہتر ہے، بصورت دیگر تو مدعی صلح کا موقع بھی ضائع کر بیٹھے گا، بہرحال ایسے تنازعات کا فیصلہ باہمی ہو یا عدالت کے ذریعے سے ہو، یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ایسے تنازعات میں لڑکیوں کو ونی کرنا سراسر غیر انسانی اور غیر شرعی ہے۔

اگر رسم ونی کو اسلامی فلسفہ کے معیار پر پرکھا جائے تب بھی رسم ہذا غیر شرعی نظر آتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح حکم آتا ہے کہ

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾ (۶۰)

مردوں کو وہی ملے گا جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو بھی وہی ملے گا جو انہوں نے کمایا۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَايَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ (۶۱)

اسی طرح رسول اللہ کا ارشاد مبارک ہے جو آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ سنو کوئی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی پر جرم نہیں کرتا۔ نہ باپ کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر ہے، نہ بیٹے کے جرم کی ذمہ داری اس کے باپ پر ہے۔

”عن سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابيه قال سمعت رسول الله يقول فى حجة الوداع الا لا يجنى جان الا على نفسه لا يجنى والدهٔ على ولده ولا مولود على

والدہ‘‘)(۶۲)

’’سلیمان بن عمرو بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنخضرتؐ سے سنا آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا! آگاہ ہو جاؤ جو قصور کرے گا وہ اپنی ہی ذات پر کرے گا، باپ کے قصور میں بیٹا نہیں پکڑا جائے گا اور بیٹے کے قصور میں باپ کو سزا نہیں دی جائے گی‘‘

مولانا وحید الزماں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’یہی شرع کا حکم ہے اور یہی قانون عدالت کا یعنی یہ نہ ہوگا کہ باپ کے جرم میں بیٹا پکڑا جاوے یا بیٹے کے جرم میں باپ، جیسے ظالم لوگ کیا کرتے ہیں۔ عرب جاہلیت کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب ایک شخص نے کسی کو مار ڈالا تو مقتول کے قبیلے والے اس کے بدل میں قاتل کے قبیلے میں سے ایک شخص کو مار ڈالتے خواہ وہ قاتل ہو یا نہ ہو۔ یہ صریح بے انصافی اور بے غیرتی ہے‘‘(۶۳)

آپؐ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’الا لا تجنی اُم علیٰ ولدِ الا لا تجنی ام علی ولدِ‘‘(۶۴)

’’خبردار کسی ماں کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر نہیں، خبردار کسی ماں کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر نہیں‘‘

اس کے بعد آنخضرتؐ نے کھول کر بیان فرما دیا کہ

’’لا تجنی نفس علیٰ اُخریٰ‘‘

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عطاء اللہ سید دوٹوک وضاحت فرماتے ہیں کہ:

مجرم کے جرم کی سزا اس کے باپ، بیٹے، بھائی یا دوست وغیرہ کو نہیں دی جاسکتی اور مفرور مجرم کو پکڑنے کے لیے اس کے اقارب پر سختی کرنا شرعاً ممنوع ہے(۶۵)۔

علاوہ ازیں آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

’’خیار کم خیار کم لنساء ھم‘‘(۶۶)

’’تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے‘‘

آنخضرتؐ کا درج بالا بیان تو تقاضا کرتا ہے کہ اس صنف نازک کے ساتھ خیر خواہی، احسان اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھنا چاہیے لیکن ہمارا معاشرہ ایسا کرنے کے بجائے اُلٹا اُن کا اپنا حق بھی سلب کیے بیٹھا ہے، اور اپنے سکھ، مفاد اور بچاؤ کی خاطر اس صنف کو اپنی ڈھال بنا رہا ہے، ارشاد نبوی ہے کہ:

"خیر کم خیر کم لاھلہٖ و انا خیر کم لا ھلی"(۶۷)

"تم میں سے بہترین انسان وہ ہے، جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل وعیال کی بہتری اور خیر خواہی یہی ہے کہ اُنہیں اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھایا جاتا رہے اور اپنے بچاؤ اور سکون کے لیے دشمنوں کے نرغے میں دے دیا جاتا رہے، آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ خواہش نہ رکھے جو وہ اپنے لئے رکھتا ہے(۶۸)۔

یہ بتایا جائے کہ کوئی شخص چاہے گا کہ وہ ساری زندگی غلامی کے طور پر قبول کرے، کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ کسی اور کے جرم کی سزا جھیلے، اگر جواب نفی میں ہے تو پھر ایک عورت سے توقع رکھنا کہ وہ ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتے، کتنی ناانصافی کی بات ہے اور اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو معاشرہ آج یہ فیصلہ کرلے کہ اپنی عزت اور غیرت کو نہیں بلکہ اپنی طاقت اور انا کو بطور صلح پیش کیا جائے گا اور کسی بھی تنازع کے فیصلہ میں مرد فریق مخالف کے سپرد کیا جائے گا۔

خلاصہ بحث:

مندجہ بالا سطور میں رسم ونی کا جائزہ لیا گیا اور یہ بات سامنے آئی کہ رسم مذکورہ کا نفاذ پاکستان کے ہر حصے میں کسی نہ کسی سطح پر موجود ہے۔ البتہ رسم مذکورہ پر تحقیق کرنے کے بعد راقم کی رائے میں ونی کا سب سے زیادہ اور پرانا استعمال پٹھان قبیلوں میں ہے، اپنی رائے کی تائید میں راقم ایڈورڈ۔ای۔ایلیور کی کتاب سے بطور حوالہ چند سطور رقم کرتا ہے۔

ان معاملات میں قرینہ کے لحاظ سے کوئی قبیلہ وزیریوں کی ہم سری نہیں کرسکتا، اس نے یا اس کے آباؤ اجداد نے مدتوں پہلے اس رسم ورواج کو قانون کی شکل دی، اور اس کے فوجداری قوانین بھی تین سو سال پُرانے ہیں، اس کے قابل غور حصے تین ہیں۔

ا۔ وہ جرائم جو کسی شخص کے خلاف ہوں۔ ۲۔ جو جائیداد سے متعلق ہوں۔ ۳۔ جو عورتوں سے متعلق ہوں۔ ان جرائم کا مالی مبادلہ علی الترتیب ۱۲۰۰ اور ۶۰۰ روپے ہے، اسے اکثر وبیشتر پیداوار یا دیگر اشیاء کی صورت میں دیا جاتا ہے، جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں(۶۹)۔

اس سے پہلے وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ پٹھانوں کے ہاں ایک قتل کے بدلے بارہ عورتیں، ایک ہاتھ، کان یا ناک کے بدلے چھ عورتیں، ایک دانت پر تین عورتیں اور پیشانی سے اوپر کے زخم کے لیے ایک عورت دینا پڑتی ہے(۷۰)۔

رسم ہذا کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں یا قبیلوں میں یہ رسم نافذ العمل ہے وہاں عورت کی حیثیت ایک جائیداد کی مانند ہے، جسے کسی نقصان یا تصفیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے خدائے بزرگ و برتر نے باپ کو اپنی بیٹی کا ولی قرار دیا ہے اسکا نگہبان قرار دیا ہے۔ اسے مالک نہیں بنایا، بیٹی اپنے باپ کے پاس خدائے بزرگ و برتر کی رحمت کے طور پر ایک امانت ضرور ہے، مگر اس کی ملکیت نہیں ہے۔ جب کہ کسی قسم کے جھگڑے کی صلح میں ہمیشہ اپنی جائیداد، زمین دولت وغیرہ جو مرد کی ملکیت ہو اس کے تصرف میں ہو وہ صرف وہی دے سکتا ہے۔ لڑکی تو چونکہ اس کی ملکیت ہی نہیں وہ کیسے اسے دے سکتا ہے۔

جیسا کہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر قتل کے جرم کا ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو سب سے پہلے سزا دستور کے موافق مجرم کو ملنی چاہیئے۔ چاہے وہ قتل کے بدلے قتل کیا جائے یا سنگسار کیا جائے یا کسی اور سزا کا مستحق ٹھہرے۔ مثلاً زمین، زر، جائیداد وغیرہ کی صورت میں معاوضہ ادا کیا جائے یہ تو کہیں بھی نہیں ہے کہ لڑکی کو کسی دوسرے کے لئے سزا کے طور پر دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قاتل روپوش ہو جائے خاندان کی زندگیوں کو خطرہ ہو اور خون بہا میں جنس انسانی کا دینا ہی نا گزیر ہو جائے تو اس صورت میں لڑکا ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔ لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور قربانی صرف عورت کے حصے میں آتی ہے۔

اسلام کا قصاص و دیت کا نظام نہایت ہی فطری اور مکمل ہے۔ جس کی روشنی میں آسانی کے ساتھ قتل و غارت گری کے واقعات کا احسن طریقے سے حل نکالا جا سکتا ہے۔ مگر ان علاقوں میں اکثر اس قسم کے فیصلے جرگے اور پنچایت میں حل کیے جاتے ہیں جہاں اسلامی طریقہ جرم و سزا تقریباً ناپید ہوتا ہے اور صدیوں پرانا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس کی پیروی کی جاتی ہے۔

اگرچہ ''ونی'' کی گئی لڑکیوں میں سے اکثر کو بدحالی اور مشکل حالات پیش آتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی حالات بہتر ہو جاتے ہیں اور لڑکیوں کو امن و سکون فراہم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

''گل بیگم کو اس کے قبیلے کے لوگوں سے سرزد ہونے والے ایک قتل کے بدلے میں خون بہا کے طور پر دوسرے قبیلے کے حوالے کیا گیا جس خاندان کے حوالے اسے کیا گیا وہیں اس کی شادی ہوئی اور آج وہ دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی ماں ہے۔ اس خاندان میں اس کی عزت ہے۔ اور اس کے فیصلوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ جب وہ اس خاندان میں آئی تھی تو بہت سال تک اس کے ساتھ بہت برا برتاؤ ہوتا رہا تھا۔ اسے بالکل الگ تھلگ رکھا گیا اور اسکا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی حیثیت منوانے کیلئے کوشش جاری رکھی اور اس کے نتیجے میں وہ آج بہت خوش ہے۔ گل بیگم کا کہنا ہے کہ عورت یہ نہیں چاہے گی کہ اسے ونی کے طور پر دشمنوں کے حوالے کیا جائے تاہم وہ مطمئن ہے کہ اس نے ماضی میں دونوں قبیلوں کے درمیان ہونے والی خون ریزی کے خاتمے میں مدد دی ہے (۱۷)۔

چنانچہ اگر مصلحت کے تحت اس طرح فیصلہ کیا جائے کہ وقت کیساتھ حالات درست ہو جائیں گے تو یہ بھی ممکن ہے مگر ایسے غیر یقینی نتائج کی تقریباً کم ہی توقع رکھی جاتی ہے۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب متاثرہ قبیلے کو خون بہا ادا کرنے کے لیے جائیداد اور پیسہ وغیرہ نہ ہو تو آخر کار لڑکی دی جاتی ہے۔ جس سے والدین کی بے بسی ثابت ہوتی ہے کیونکہ خاندان کو مزید قتل و غارت اور خون خراب سے بچانے کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ لہذا مجبوری کے تحت اِس قسم کا فیصلہ کیا جاتا ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ اب اگر متاثرہ قبیلہ چاہے تو

معاف کردے اور اِس ظلم سے باز رہے۔

الغرض اسلامی نقطہ نظر سے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے تحت کیے گیے فیصلوں کا نتیجہ اگر کبھی مثبت ہو جائے تو بہت کم ہو تا ہے اور بہر حال اِن کا نقصان بہت زیادہ ہے اور گناہ الگ، چنانچہ لڑکیوں کو ونی کرتے وقت یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اسے جس طرح ظلم و جبر اور مشکلات کے حوالے کیا جارہا ہے وہ اسکے لائق نہیں، اس لئے یہ ضرور دیکھا جائے کہ وہ ایک لڑکی یا عورت بعد میں ہے، پہلے ایک انسان ہے۔

## تجاویز وسفارشات:

### ۱۔ مساوات مرد وزن:

حقوق نسواں کے منافی تمام رسوم ورواج کے خاتمے کے لئے سب سے پہلی اور اہم ضرورت مساوات مرد وزن ہے جب تک عورت اور مرد کو وطن عزیز میں یکساں برابر انسان نہیں سمجھا جاتا، اس وقت تک ایسے رسوم ورواج کا سامنا رہے گا۔ اگرچہ آئین پاکستان (1973) کے آرٹیکل 25 میں واضح درج ہے کہ تمام شہری بلا امتیاز صنف قانون کی نظر میں برابر ہیں لیکن عملی طور پر اس کے لئے کچھ اقدامات نہیں کئے گئے۔ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے خاتمہ کے لئے منفی سماجی رویوں اور امتیازی قوانین میں تبدیلی کی ضرورت ہے

### ۲۔ اسلامی تعلیمات پر عمل:

معاشرتی ترقی کے لئے علم ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ علم کو ایک فریضہ قرار دیتا ہے، اس لئے لوگ جتنے زیادہ پڑھے لکھے، باشعور اور سمجھ دار ہوں گے اس قدر اسلامی قوانین کے نفاذ پر عمل درآمد آسان ہو سکے گا۔ اس طرح غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات خود بخود معاشرے سے ختم ہوتی جائیں گی۔ ہمیں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستانی معاشرے میں بہت حد تک غیر اسلامی روایات و رواجات کی پاسداری کی جاتی ہے ایسی صورت حال میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، کیونکہ جہالت اور کم علمی ہی کی بدولت معاشرے کے تمام قبیح رسوم ورواج جنم لیتے ہیں، اس لئے معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم یافتہ بنانا بھی دراصل ان رسوم ورواج کے خاتمے کی پہلی سیڑھی ہے۔

### ۳۔ اسلامی تہذیب وثقافت کی ترویج وفروغ:

غیر اسلامی اور غیر اخلاقی تہذیب اور رسوم ورواج کی اندھادھند تقلید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وطن عزیز میں اس قدر واضح طور پر اسلامی تہذیب وثقافت کی ترویج واشاعت نہیں کی گئی جس قدر ضروری تھی، غیر اسلامی تہذیب کی شکل میں ایک طرف خواتین وحضرات میں بے پردگی وآوارگی، عریانی وفحاشی، ناچ گانے، بدکاری شہوت پرستی عام ہو چکے ہیں، وہاں دوسری طرف مردوں کا عورتوں پر بے جا تشدد، گھروں میں قید، محض شک کی بناء قتل وغارت اور عورتوں کی خرید وفروخت بھی ثقافت اور رواج کا درجہ لے چکی ہے، اس روش کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں اسلامی تہذیب وتمدن کی عملداری کے لئے علمی وعملی اور مخلصانہ کوشش کی جائے۔

۴۔قانون سازی اوراس پرعمل درآمد کویقینی بنانا:

رسوم ورواج چونکہ انسان اپنی طبعی فطرت کی بناء پراختیار کرتا ہے۔اور پھر پسندیدگی کی بناء پر بار باراس پرعمل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب تک ملک میں ان رسوم ورواج کا مذہب یا ملکی قانون سے براہ راست تصادم نہ ہو،تو حکومت یا کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کی نجی زندگی میں مداخلت کرے،لیکن اگر یہی رسوم ورواج انسانوں کی خیروخواہی اور بہتری کے بجائے بوجھ ،دکھ اور مصیبت کا باعث بن جائیں، ان کا ٹکراؤ مذہب اور ملکی قانون سے ہونا شروع ہو جائے تو پھران کی اصلاح کے لئے مداخلت ناگزیر ہو جاتی ہے ایسی صورت میں قانون سازی کرنا حکومت وقت کا اولین فرض بن جاتا ہے۔حکومت کو چاہئے کے وہ ایسی رسوم کے خلاف نہ صرف قانون سازی کرے بلکہ عمل درآمد کوبھی یقینی بنائے،تاکہ ملک میں امن وامان برقرار رہے

۵۔ لازمی اورمعیاری تعلیم:

قبائلی اور پہاڑی علاقوں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ دیہاتی علاقوں میں بھی شرح خواندگی بہت مایوس کن ہے،جبکہ وہاں موجود تعلیمی اداروں کا معیار بھی انتہائی پست ہے۔

Poor education leads to manual types of occupation which are usually low paid.This itself results in economic deprivation,which causees many tensions in the family.When these tensions mount to the explosion point,little may be needed to incite the indivisual to violent behaviour(۷۲)۔

جہاں تک عورتوں کی تعلیم کی بات ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور پر پاکستان میں اکثر علاقوں میں عورتوں کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہی۔

چنانچہ مذکورہ بالا علاقوں میں تعلیم کا شعور اجاگر کیا جائے اور نوعمر اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے بغیر کسی مالی اور رواجی رکاوٹ کے لازمی اور معیاری تعلیم کا بندوبست کیا جائے کیونکہ تعلیم نہ ہونے کے باعث لوگ اپنے حقوق سے لاعلم ہیں، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جو بیک وقت دینی اور عصری تعلیم فراہم کرسکیں۔

۶۔ غربت کا خاتمہ:

غربت ایک ایسی آزمائش ہے جس سے انبیاء کرامؑ نے بھی پناہ مانگی ہے۔حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ غربت اور معاشی مسائل کا خاتمہ کیا جائے حکومت کی ہر سطح پر یہ پہلی ترجیح ہونی چاہئے کہ غربت کو کم کر نے کے لئے اور لوگوں جن میں عورتیں خصوصی طور پر شامل ہیں کی آمدن میں اضافے کے لئے موثر طریقہ کار وضع کرے غیر ملکی امدادی کمپنیوں کو چاہئے کہ وہ پاکستان میں غربت ختم کرنے کے لئے ایک جامع اور مضبوط پروگرام مرتب کریں تاکہ ایسی رسوم کا خاتمہ کیا جاسکے۔اس سلسلے میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کو پروان چڑھانے کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

۷۔مقامی/غیرسرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی:

یہ ایک حقیقت ہے کہ حقوق نسواں کے حق میں کوئی تحریک ہو یا حقوق نسواں کے منافی رسوم ورواج کے خلاف کوئی کوشش، غیرسرکاری تنظیموں نے ہمیشہ قابل ذکر کام سرانجام دیا ہے۔عوام کے اندر حقوق نسواں کی بابت شعوروآگاہی سے لے کر

حکومتی سطح پر ان کے لئے قوانین سازی میں ان تنظیموں نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔عورتوں کو حاصل آج جتنے بھی حقوق ہیں، ان کے حصول میں ان تنظیموں کا برابر کا حصہ ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی تمام تنظیمیں جو فی الحقیقت عورتوں کے حقوق کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں، ان کی نہ صرف حکومتی سطح پر معاشی وقانونی مدد کی جائے، بلکہ عوامی سطح پر بھی ان کی معاشرتی اوراخلاقی مدداور تعاون کیا جائے، تاکہ ایسی تنظیمیں زیادہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ عورتوں کے حقوق کے لئے اپنی آواز بلند کرسکیں۔

**۸۔وڈیرہ کریسی کا خاتمہ:**

پاکستان کے ایسے تمام علاقے جہاں ابھی تک قبائیلی، سرداری اور جاگیردارانہ نظام موجود ہے، وہاں ایسے منفی رسوم ورواج نہ صرف بکثرت موجود ہیں، بلکہ نظام معاشرت کا جزو لاینفک بن چکے ہیں، ان علاقوں میں رہنے والے افراد تو ایسی منفی رسوم کی تقلید کرتے ہی ہیں، لیکن جولوگ باہر سے ان علاقوں میں کسی غرض وغائت سے آمدورفت رکھتے ہیں، وہ بھی ان رسوم سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح یہ قبائیلی لوگ جب شہروں کا رُخ کرتے ہیں، تو وہاں کے ماحول پر بھی لازماً اثر انداز ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسی رسوم صرف مخصوص علاقوں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے، راقم کی رائے ہے کہ ایسی منفی رسوم کے خلاف قوانین سازی کے ساتھ ساتھ جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ بھی نہائت ضروری ہے، جب تک وطن عزیز میں سردارانہ اور جاگیردارانہ نظام، رویئے اور سوچ موجود ہے، تب تک ایسے رسوم ورواج کسی نہ کسی شکل وصورت میں اپنی حیثیت برقرار رکھتے رہیں گے۔

**۹۔صنفی تعصّبات کے خاتمے کی موثر تحریک / تشہیر کی ضرورت:**

یہ ایک حقیقت ہے کہ خواتین کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک اور تشدد صرف ہمارے ہی ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عالمگیر مسئلے کی حیثیت رکھتا ہے۔تہذیب وثقافت، رنگ ونسل، زبان اور سماجی تفاوت سے قطع نظر خواتین پر تشدد کا رجحان عام ہوتا جارہا ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ ایک ایسے متبادل سماجی نظام کی بات کی جائے جس میں شہریوں کے ساتھ صنف، طبقے، ذات اور شہریت کی بناء پر نہیں بلکہ بلا امتیاز سلوک ہو اور انہیں یکساں مواقع میسر ہوں۔شہریوں کو بغیر کسی تعصب یا امتیاز کے، برابری کی بنیاد پر وسائل اور مفادات تک رسائی ہو۔

**۱۰۔ فوری اور سستے انصاف کی ضرورت:**

عدل دنیا کے ہر مذہب اور ہر معاشرے میں اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔جس معاشرے میں عدل نہ ہو وہ فتنہ فساد انتشار و بد امنی ظلم وعدوان کی آماجگاہ بن جاتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ فوری اور سستے انصاف کی دستیابی کسی بھی انسانی معاشرہ کے انتظام وانصرام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتی ہے بدقسمتی سے پاکستان میں مہنگا، مشکل اور پیچیدہ عدالتی نظام اور اوپر سے عوام کی اس تک عدم رسائی نے حقوق نسواں اور اس جیسی دوسری بڑی منفی رسوم کو پنپنے میں بہت مدد دی ہے عام لوگوں کا اور خاص طور پر خواتین کا اپنے مظالم کے سلسلے میں عدالت تک پہنچنا مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے اگر وہ کسی طرح پہنچ بھی جائیں تو وہاں ایسے مقدمے دس دس سال تک لٹکتے رہتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عدل وانصاف کے حصول کا نظام آسان اور سادہ بنایا جائے تاکہ متاثرہ لوگ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے عدالتی کاروائی میں دقت محسوس نہ کریں، علاوہ ازیں سستا اور فوری انصاف مہیا کیا جائے۔

## حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، جامع الغات کمپنی، لاہور، س۔ن، ۸۱۰/۴

۲۔ ضلع میانوالی میں عورتوں کے خلاف رسمی تشدد: ونی، کاروان کمیونٹی ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن، کالاباغ، ص،۱

۳. Baba Khail, Muhammad Ali, Swara, Women as property, Aurat Foundation, Peshawar, ND, P5

۴۔ ایضاً

۵۔ تنویر بخاری، پنجابی اردو لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۱۵۳۱ ۶۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۷۵

۷۔ کاکاخیل، بہادر شاہ ظفر، ظفر اللغات، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، س۔ن، ص، ۹۳۷

۸۔ Captain H.G.Revert, A dictionary of the pukhto Upshot, or language of the Afghan, Sang-e-Meel publication, Lahore, 2001, P622

۹. Girls as sacrificial Lambs, July 30, 2006, http://www.boloji.com.htm retrieved January 31, 2010

۱۰۔ عفت صدیقی، سوارہ، سنڈے میگزین، خبریں ملتان، ۲۳ مئی ۲۰۰۴، ص۱۰

۱۱۔ کسانڈز ابلچن اور سمعیہ خاور ممتاز، عورت، قانون اور معاشرہ، فواد عثمان خان اور سنبلہ فواد، (مترجم) شرکت گاہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء ص، ۳۲۱

۱۲۔ روزنامہ جنگ، ملتان، ۲۲ جنوری ۲۰۰۷ء ۱۳۔ روزنامہ خبریں، ملتان، ۱۲ مئی ۲۰۰۶ء

۱۴۔ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۶ جنوری ۲۰۰۷ء ۱۵۔ روزنامہ جنگ ملتان، ۸ ستمبر ۲۰۰۸ء

۱۶ Swara, Women as property, P7

۱۷۔ النساء، ۴:۹۳

۱۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، ۶۵۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۶۱ء

۱۹۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س۔ن، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۲۶۱۹

۲۰۔ ابن ماجہ، ابوا الدیات، ۲۶۱۸ ۲۱۔ القاموس المحیط، باب القاف، ۶۳۲/۳

۲۲۔ الجامع لاحکام القرآن، ۲۴۵/۲

۲۳۔ سعدی ابوحبیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، دار صادر، بیروت، س۔ن، ص، ۲۷۷

۲۴۔ قریشی، طفیل احمد، ڈاکٹر، اسلامی حدود وتعزیرات، مطبوعات حرمت، بینک روڈ، راولپنڈی، اگست ۱۹۸۱ء، ص ۵۴

۲۵۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، س۔ن، فصل الواو، ۳۸۳/۱۵

۲۶۔ القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، ص ۷۷ ۲۷۔ البقرہ، ۲:۱۷۸

۲۸۔ سورۃ مائدہ، ۵:۴۵ ۲۹۔ النساء، ۴:۹۲

۳۰۔ ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب من قتل لہ قتیل فھو بالخیار بین احدی ثلاث، ۲۶۲۴

۳۱۔ ایضاً، ۲۶۲۳ ۳۲۔ بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امری بغیر حق، ۶۸۷۶

۳۳۔ المرادی، علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب الامام احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۹۸ء، ۵/۱۰

۳۴۔ بنی اسرائیل، ۱۷:۳۳

۳۵۔ الزبیدی، ابوبکر محمد بن الحسن، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء، ۴۱۰/۵

۳۶۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۹۲/۷

۳۷۔ خان، سلامت علی، مولانا، اسلامی قانونِ فوجداری، کتاب الاختیار، (اردو ترجمہ) مکتبہ امدادیہ ملتان، سن، ندارد، ص، ۱

۳۸۔ عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، سید معروف شاہ شیرازی (مترجم)، البدر پبلی کیشنز، لاہور، فروری ۱۹۹۲ء ۸۱/۲

۳۹۔ النور، ۲:۲۴ ۴۰۔ النساء ۴:۱۵

۴۱۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن، الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، منشورات مکتبہ آیات اللہ العظمی قم ایران، ۱۴۰۴ھ، ۱۲۹/۲

۴۲۔ بدائع الصنائع، کتاب الحدود، ۱۷۸/۹

۴۳۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۳ء، ۴/۴

۴۴۔ المرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی، الھدٰیہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سن ندارد، کتاب الحدود، ۵۰۶/۲

۴۵۔ امینی، محمد تقی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، التفصیل ناشران، لاہور سن ندارد، ص، ۷۵

۴۶۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص28 ۴۷۔ المغنی، ۱۲۲/۱۰

۴۸۔ المبسوط، ۳۶/۹ ۴۹۔ فتح القدیر، تفسیر سورۂ نور، ۴/۴

۵۰۔ المبسوط، ۳۶/۹

۵۱۔ التھانوی، محمد اعلیٰ بن علی الفاروقی، کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۸۳ء، ۹۶۰/۲

۵۲۔ نجفی، صفدر حسین، علامہ، اسلامی حدود و تعزیرات تنظیم فدایان اکبر، جامع المنتظر، لاہور، سن ندارد، ص، ۵۴

۵۳۔ اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کارخانہ کراچی، س۔ن، کتاب السین، ص ۲۳۱

۵۴۔ المائدہ، ۵:۳۸

۵۵۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد نیشابوری، المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، مکتبہ و مطابع النصر الحدیثۃ، ریاض، س۔ن، کتاب الحدود، ۸۳۰۷

۵۶۔ بخاری، کتاب الحدود، باب السارق حین یسرق، ۱۶۸۷ ۵۷۔ ایضا، باب اقامۃ الحدود، ۱۶۹۲

۵۸۔ منہاج المسلم، باب پنجم، ص:۷۵۴ ۵۹۔ المائدہ، ۵:۳۳

۶۰۔ مستدرک حاکم، کتاب الحدود، ۸۳۲۴

۶۱۔ موطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ماجاء فیمن اعترف علی نفسہ بالزنا

۶۲۔ النساء ۴:۳۲ ۶۳۔ الفاطر ۳۵:۱۸

۶۴۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب لا یجنی احد علی احد، ۲۶۶۹

۶۵۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، س۔ن، کتاب الدیات، باب لا یجنی احد علیٰ احدٍ، ۲۶۹۹

۶۶۔ ایضاً ص، ۴۴۷ ۶۷۔ ایضاً ص، ۴۴۷

۶۸۔ سنن ابن ماجہ، ترجمہ و فوائد: مولانا عطاء اللہ ساجد، ابواب الدیات، ۲۶۷۲

۶۹۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب حُسن معاشرۃ النساء، ۱۹۷۸

۷۰۔ ایضاً، ۱۹۷۷ ۷۱۔ بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان، ۱۳

۷۲۔ ای، ایلیور، پٹھان اور بلوچ، پروفیسر انور رومان (مترجم)، نساء ٹریڈرز، کوئٹہ ۱۹۸۴ء ص، ۱۴۹

۷۳۔ ایضاً: ص، ۱۴۷ ۷۴۔ عورت، قانون اور معاشرہ، ص ۲۲۱

۷۵ .Jain,S.Ranjna,FamilyviolenceinIndia,RadiantPublishers,NewDelhi,1991P17